پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت ☆

مذاکرۃ الحدیث

مسلم امہ نے قرآن حکیم کے بعد جس علم کی طرف بھرپور توجہ دی اور اس کی خدمت کی وہ علم الحدیث ہے۔ اس توجہ اور انہماک کا بنیادی محرک رب کائنات کے وہ ارشادات ہیں جن میں مختلف انداز و طرق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چون و چرا اطاعت کو فلاح دارین کا ضامن قرار دیا گیا ہے(۱) اور اعراض و نافرمانی کو دنیا و آخرت کی تباہی اور خسران کہا گیا ہے۔(۲) مزید براں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو انسانیت کے لئے ایک ایسا کامل اسوۃ و نمونہ قرار دیا گیا(۳) جو زمان و مکان کی قیود اور رنگ و نسل کے امتیازات سے ماوراء ہے۔

یہ ایک بدیہی اور مسلمہ حقیقت ہے کہ اچھا حافظہ اور عمدہ یادداشت خالق کائنات کا اپنی مخلوق کے لئے ایک اہم انعام اور عطیہ ہے۔ یہ بات بھی کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ ایک ایسا شخص جس کا حافظہ اچھا ہو اس کی علمی سرگرمیاں اور دیگر معاملات و فرائض تیقن اور عمدگی سے سرانجام پاتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ مقولہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ علم وہی ہے جو انسان کے ذہن میں مستحضر و محفوظ رہے اور جسے وہ موقعہ و محل کی مناسبت سے حسب ضرورت بیان و استعمال کر سکے۔

اہل علم اس حقیقت کو بھی جانتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے عربوں کو بہترین قوت یادداشت سے نوازا اور زبان و بیان کا ایسا ملکہ ودیعت فرمایا ہے کہ بطور تفاخر دوسری قوموں کو عجمی سے موسوم کیا۔ اسی وجہ سے عربوں نے اس وقت متداول فنون کو کاغذ پر منتقل کرنے کے بجائے زبانی روایت پر زور دیا۔

ظہور اسلام کے بعد صحابہ کرامؓ کی زندگی کا سب سے اعلیٰ شغف و مقصد اللہ کے کلام یعنی قرآن کا سیکھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا سننا' سیکھنا اور ان پر عمل کرنا تھا۔ صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو قید تحریر میں لانے کی نسبت زبانی یاد کرنے کو ترجیح دی۔ امام اوزاعیؒ کے اس قول سے حافظہ کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ ان کا قول ہے: **کان ھذا العلم شیا شریفا" اذا کان من افواہ الرجال یتلا قونہ ویتنا کرونہ فلما صار فی الکتب ذھب نورہ وصار الی غیر اھلہ** (۴) (علم یعنی علم حدیث کی اس وقت بڑی قدر و منزلت تھی جب طالب علم اسے براہ راست استاد سے سن کر سیکھتا اور پھر پختگی کے لئے اعادہ کرتا۔ جب سے علم قید تحریر میں آنے لگا اس کی رونق ماند پڑ گئی اور ایسے لوگ بھی اسے حاصل کرنے لگے جو اس کے اہل نہیں تھے)

حدیث نبوی کے یہ طالبعلم حفظ حدیث میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور جو بھی اپنے طالبعلم ساتھی سے آگے بڑھ جاتا تو تحدیث نعمت کے طور پر اس کا اظہار بھی کرتے(۵)۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امینوں اور محافظوں کو اپنے اس دعویٰ کی صحت کے لئے امتحان و آزمائش کے مراحل سے بھی گذرنا پڑا(۶)

مذاکرۃ الحدیث:۔ کتابت اگرچہ علم کی حفاظت کا ایسا ذریعہ ہے جس نے انسان کی بے شمار کمزوریوں کا علاج کر دیا ہے لیکن کتابت کے مستحکم ہونے تک حفظ ہی موثر ذریعہ تھا۔ حفظ اگرچہ انفرادی فعل ہے اور اس کا تعلق

☆ ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب

انسان کی صلاحیت اور اس کی توجہ سے ہے تاہم اس کا استحکام اجتماعی عمل کا محتاج ہے- یہی اجتماعی عمل مذاکرہ ہے- باہمی علمی تبادلے اور ایک دوسرے کو سنانے اور ایک دوسرے کے سامنے دہرانے سے نہ صرف حفظ آسان ہو جاتا ہے بلکہ حافظہ کی کمزوری کا بھی علاج ہوتا اور بھولی ہوئی معلومات بھی تازہ ہو جاتی ہیں- بار بار دہرانے سے وہ معلومات انسان کے لاشعور کا حصہ بن جاتی ہیں اور ان کا اظہار انساں کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے- اجتماعی عمل کے نتیجے میں ان معلومات کا اظہار بلاتکلف ہوتا ہے اور صحیح ہوتا ہے جو عام حالات میں غفلت و خطا کا شکار ہو سکتی ہیں- یہی وجہ ہے کہ علماء محدثین نے مذاکرۃ الحدیث پر زور دیا اور ایسی مجلسوں کے انعقاد کی طرف توجہ دلائی جن میں حدیثیں سنانے اور دہرانے کے عمل سے حفظ قوی ہوتا ہے اور علم مستحکم- بعض اہل علم نے تو مذاکرہ کو تلاوت قرآن سے بھی بہتر بتایا ہے- ابو سعید کہتے ہیں: **مذاکرۃ الحدیث افضل من قراءۃ القرآن**(۷) ابن عباس مذاکرۂ حدیث کی اہمیت و ضرورت کا سبب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: **تذاکروا الحدیث لایتفلت منکم انہ لیس بمنزلۃ القرآن ان القرآن محفوظ مجموع** (۷ الف)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذاکرۃ الحدیث کا یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی موجود تھا- حضرت انسؓ فرماتے ہیں: **کنانکون عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فنسمع منہ الحدیث فاذا قمنا تذا کرناہ فیما بیننا حتی نحفظہ** (۸) (جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سن کر آتے تو مل کر دہرایا کرتے حتیٰ کہ وہ ازبر ہو جاتیں) ابو نضرہ کا قول ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ و سلم جب بھی جمع ہوتے احادیث کا اعادہ کرتے-(۹) میرا احساس اور اندازہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کے اس فرمان **من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار**(۱۰) (جو شخص جان بوجھ کر کوئی جھوٹی بات میری طرف منسوب کرلے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالے) سے اس طریق کار کو مہمیز ملی- شیوخ و اساتذہ اپنے طلبہ اور بچوں کو مذاکرہ حدیث کی نصیحت فرماتے حضرت علیؓ اپنے طلبہ سے کہا کرتے کہ احادیث کو دہرایا کرو وگرنہ علم ختم ہو جائے گا(۱۱)- عروہ بن الزبیرؓ (۹۳ھ) اور ابوالعالیہؒ (۹۰ھ) بھی اپنے شاگردوں کو مذاکرہ کی تلقین کرتے(۱۲)- علقمہ (۶۲ھ) کہا کرتے تھے- **تذا کروا الحدیث فان حیاتہ ذکرہ**(۱۳) (حدیث کو دہرایا کرو کہ اس میں اس کی بقا ہے)- بن عباس اپنے تلامذہ کو نصیحت کرتے: (**اذا سمعتم منی حدیثا فتذا کروہ بینکم**(۱۴) (جب مجھ سے کوئی حدیث سنو تو اسے آپس میں دہرالیا کرو) امام زہری (۱۲۵ھ) فرمایا کرتے تھے: **آفۃ العلم النسیان و قلۃ المذاکرۃ** (۱۵)- (علم کی آفت بھول جانا اور قلت مذاکرہ ہے)- احادیث کو دہرانے کی اس مشق کی اہمیت کا اندازہ ابو عبداللہ جعفر بن محمد کے اس قول سے بھی ہوتا ہے- انکا کہنا ہے: **القلوب ترب و العلم غرسہا والمذاکرۃ ملوھا فاذا انقطع عن الترب ماؤ ھا جف غرسہا**(۱۶) (دلوں کی حیثیت مٹی کی ہے، علم اس کی کھیتی اور مذاکرہ اس کا پانی ہے- زمین کو اگر پانی نہ ملے تو تو اس پر سبزہ و روئیدگی ختم ہو جاتی ہے)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مذاکرہ کا یہ عمل طالبان حدیث عموماً اپنے ہم مکتبوں اور ہمسر اہل علم کے ساتھ کرتے- ابو حازم سے روایت ہے کہ ہمارے اسلاف کو جب کسی دن اپنے سے زیادہ علم والے سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا تو اس دن کو وہ فائدہ اور غنیمت کا دن کہتے لیکن جب اپنے ہی مرتبے کے اہل علم سے ملاقات ہوتی تو اسے مذاکرہ کا دن کہتے(۱۷)-

حدیث نبوی کے یہ عشاق جب تک احادیث اچھی طرح ازبر نہ کرلیتے کسی سے گفتگو کرنا پسند نہ کرتے- معاذ بن معاذ (۱۹۲ھ) کہتے ہیں کہ ہم ابن عون (۱۵۱ھ) کے گھر آئے تو شعبہ (۱۶۰ھ) باہر آئے- ہم نے ان سے گفتگو کرنی چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر بات کرنے سے انکار کردیا کہ وہ ابن عون سے سنی ہوئی احادیث کے یاد کرنے میں مشغول ہیں(۱۸)-

مذاکرۃ الحدیث کی یہ مجالس انفرادی بھی ہوتیں اور اجتماعی بھی۔ عطاء (۱۰۳ھ) کا قول ہے کہ ہم جابر بن عبداللہ (۷۸ھ) سے احادیث سن کر آتے تو مل کر یاد کرتے اور ابوالزبیر (۱۲۸ھ) ہم سب سے زیادہ احادیث کو یاد رکھنے والے تھے۔(۱۹)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان بن داود (۲۰۳ھ)' شعبہ (۱۶۰ھ) اور عبداللہ بن ادریس (۱۹۲ھ) بغداد میں مذاکرہ کے لئے جمع ہوتے (۲۰)۔ ابن عباس (۶۸ھ) کی روایات کے امین ابو یحییٰ الاعرج (۲۴۳ھ) اور سعید بن جبیر (۹۰ھ) مذاکرہ کی غرض سے کوفہ کی مسجد میں جمع ہوتے (۲۱)۔ علی بن المدینی کا قول ہے کہ چھ اشخاص یعنی' ابن معین' ابن مہدی (۱۹۸ھ) وکیع بن الجراح (۱۹۷ھ)' ابن عیینہ (۱۹۸ھ)' ابو داؤد (۲۰۳ھ) اور عبدالرزاق (۲۱۱ھ) کو یہ مجالس مذاکرہ اس قدر عزیز تھیں کہ جب وہ اس میں مشغول ہوتے تو دنیا و ما فیہا سے بے نیاز ہو جاتے (۲۲)۔

روایات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اگر کسی طالب علم کو مذاکرہ کے لئے ساتھی طالب علم یا کوئی دوسرا موزوں شخص نہ ملتا تو جو شخص بھی مل جاتا اس کو احادیث سناتے (۲۳) اور ایسا بھی ہوتا کہ کسی کے بھی نہ ملنے کی صورت میں وہ باواز بلند خود اپنے آپ کو سناتے (۲۴)۔ اسماعیل بن رجاء (ھ) کا معمول تھا کہ وہ مکتب کے بچوں کے پاس آتے اور ان کو جمع کر کے احادیث کا اعادہ کرتے (۲۵)۔ امام زہری کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب وہ اپنے استاد عروہ بن الزبیر اور دیگر شیوخ سے احادیث سن کر آتے تو اپنی باندی کو جگاتے اور اس کے سامنے احادیث کا اعادہ کرتے۔ باندی کہتی رہ جاتی کہ میرا ان سے کیا تعلق (عدم دلچسپی کا اظہار کرتی) لیکن امام زہری جب تک اس مجلس میں سنی ہوئی تمام احادیث دہرا نہ لیتے خاموش نہ ہوتے (۲۶)۔

مصادر سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ طالبان حدیث کو یہ مجالس مذاکرہ اس قدر محبوب تھیں کہ بعض وقت ساری رات اسی عمل میں گذر جاتی اور طلبہ کو وقت گذرنے کا احساس بھی نہ ہوتا۔ علی بن المدینی کا قول ہے کہ وکیع بن الجراح اور عبدالرحمٰن بن مہدی مسجد حرام میں مذاکرہ حدیث میں ایسے مشغول ہوئے کہ فجر کی اذان ہو گئی (۲۷)۔ عبداللہ بن المبارک (۱۹۸ھ) اور علی بن الحسن (۲۱۵ھ) کے بارے میں ہے کہ سردیوں کی ایک شدید سرد رات اذان فجر تک مذاکرہ میں منہمک رہے (۲۸)۔ خلف بن سالم' ابو خیثمہ اور یحییٰ بن معین کے بارے میں ہے کہ جب وہ اپنے شیوخ سے احادیث سن کر آتے تو ان کا اعادہ کرتے (۲۹)۔

مذاکرۃ الحدیث کی ان مجالس کو برپا کرنے کے شغف کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب طلبہ شیوخ کی مجلس سے احادیث سننے اور مذاکرہ کے بعد گھروں کو لوٹتے تو اگلی صبح کا بے چینی سے انتظار کرتے تاکہ وہ مذاکرہ کے لئے ایک بار پھر باہم مل بیٹھیں۔ ابراہیم النخعی کا کہنا ہے: **انہ لیطول علی اللیل حتی القی اصحابی فلفا کرھم** (۳۰)۔

جو لوگ مذاکرہ حدیث کے لئے مجالس منعقد نہ کرتے ان کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا۔ سعید بن عبدالعزیز (۱۶۷ھ) کے بارے میں ہے کہ وہ اصحاب اوزاعی کو مجلس مذاکرہ قائم نہ کرنے پر سرزنش کرتے تھے (۳۱)۔

مصادر سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ان مجالس مذاکرہ برپا کرنے کا مقصد احادیث کو سن کر یاد کرنا' ان پر عمل کرنا اور انہیں دوسروں تک پہنچانا ہی نہ تھا بلکہ بعض وقت یہ مجالس صحیح حدیث کو سقیم حدیث سے ممیز کرنا کا ذریعہ بھی ہوتیں۔ یزید بن ہارون (۲۰۶ھ) کا قول ہے۔ تلامذۂ حدیث مستند اور کمزور ہر طرح کے مشائخ سے احادیث اخذ کیا کرتے تھے لیکن جب مذاکرہ ہوتا تو قوی اور ضعیف راویوں کی احادیث میں امتیاز ہو جاتا (۳۲)۔

ایسا بھی ہوتا کہ اگر حدیث کا کوئی طالب علم اپنے شہر یا کسی دوسرے شہر کے شیخ سے استفادہ سے محروم رہ جاتا تو یہ مجالس ان شیوخ کی روایت سے استفادہ اور اخذ کا ذریعہ ہوتیں۔ الخلیل بن احمد کا قول ہے: **ذاکر بعلمک تذکر ماعندک و**

تستفد مالیس عندک(۳۳)۔ ابن حنبل (۲۴۱ھ) کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اپنے استاد ہشیم سے کچھ احادیث ان کی مجلس علم میں حاصل کیں اور کچھ ان ملقات ذکر میں (۳۳ الف)۔ مذاکرۃ الحدیث کا عمل بعض وقت ان احادیث کو یاد دلانے کا سبب بھی بنتا جو حافظہ سے نکل چکی ہوتیں اور نسیان کی زد میں آجاتیں۔ روایت ہے کہ عبداللہ بن شداد نے ابن ابی لیلی کے ساتھ احادیث کا مذاکرہ کیا تو عبداللہ کو کچھ ایسی احادیث بھی یاد آگئیں جو ان کے ذہن سے نکل چکی تھیں۔ اور وہ خوش ہو کر بولے **رحمک اللہ کم من حدیث احییتہ فی صدری قد کان مات**(۳۴)۔ (عبداللہ! اللہ تم کو خوش رکھے۔ تم نے کئی ایسی احادیث یاد دلا دی ہیں جو میں بھول گیا تھا)۔ ابو سعید خدری مذاکرۃ کی اس افادیت ہی کے بارے میں کہتے ہیں: **تذاکروا فان الحدیث یذکر الحدیث**(۳۵)۔

حواشی

۱۔ **ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا" عظیما**" ' الاحزاب /۷۱ مزید دیکھئے۔ النور /۵۲' النساء /۱۳' ۶۹' الفتح /۱۷

۲۔ **ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا" خالدا فیھا ولہ عذاب مھین** (**النساء** / ۱۴) / مزید دیکھئے' الجن /۲۳' الاحزاب /۳۶

۳۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا**۔ (الاحزاب / ۲۱)

۴۔ ابن عبدالبر' جامع بیان العلم' ۱/ ۶۸

۵۔ وہ محدثین جو اپنے عمدہ حافظہ کی وجہ سے معروف تھے اور وہ خود بھی کا فخریہ اس کا اظہار کرتے ان میں سے چند کے اسماء یہ ہیں: الزہری (۱۲۵ھ) الاعمش (۱۴۸ھ)' الشعبی (۱۰۹ھ)' ابن المبارک (۱۹۷ھ)' الطیالسی (۲۰۴ھ)' سعید بن ابی عروبہ (۱۵۶ھ)' عبدالرحمن بن مہدی (۱۹۸ھ) وغیرہ۔ الفسوی' کتاب المعرفۃ' ۱/ ۱۳۳' ۶۲۲' ۶۲۵' ابو زرعہ' تاریخ ابو زرعہ' ۱/ ۴۱۰' رامہرمزی' المحدث الفاصل' ۵۲۶' خطیب بغدادی' تاریخ بغداد' ۱۰/ ۱۶۵۔ ۱۶۶' ۲۴۰' ۱۲/ ۲۹۹' ۳۵۳۔ ۳۵۴: ۱۴/ ۳۳۹' ۳۴۰' الذہبی' سیر اعلام **النبلاء**' ۹/ ۳۸۱' ابن عساکر' تاریخ دمشق' ۸/ ۱۳۹' الذہبی' تاریخ' ۵/ ۴

۶۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص (۶۷ھ) کے حافظہ کا امتحان لیا (بخاری' الجامع' کتاب الاعتصام' ۹/ ۱۲۳) مروان بن الحکم نے ابو ہریرہ کے حافظ کو پرکھا (حاکم' مستدرک' ۳/ ۵۱۰) سعید بن المسیب نے (۹۳ھ) قتادہ بن دعامہ کا (۱۱۷ھ) اصفہانی' حلیتہ الاولیاء' ۲/ ۳۳۳' ہشام بن عبدالملک (۱۲۵ھ) نے زہری (۱۲۵ھ) کا (کتاب المعرفتہ' ۱/ ۶۴۰)' ہارون المستملی نے یزید بن ہارون کا (۲۰۶ھ) (خطیب' تاریخ' ۱۴/ ۳۴۰' ابن حجر' تہذیب التہذیب ۱/ ۳۶۹)' فضل بن دکین (۲۱۹ھ) کا ابن حنبل (۲۴۱ھ) اور ابن معین (۲۳۳ھ) نے ابن حبان' کتاب المجروحین' ۱/ ۳۳' خطیب بغدادی' تاریخ' ۱۲/ ۳۳۔ ۳۵۴

۷۔ الف المحدث الفاصل ۵۴۷

۸۔ خطیب بغدادی' الجامع لاخلاق' ۱/ ۲۳۶' بیہقی' المدخل الی السنن' ۲۹۰

۹۔ خطیب بغدادی' الجامع لاخلاق الراوی' ۲/ ۶۸

۱۰۔ بخاری' الجامع الصحیح' کتاب العلم ۱/ ۳۵' ابن ماجہ' السنن' مقدمہ' ۱/ ۱۳

۱۱۔ خطیب بغدادی، الجامع، ۱/۲۳۶، ابن ابی شیبہ، مصنف، ۸/۵۴۵، بیہقی، المدخل، ۲۸۸، حاکم، معرفۃ علوم الحدیث، ۱۴۱، ابن عبدالبر، جامع بیان العلم، ۱/۱۰۱

۱۲۔ الجامع لاخلاق الراوی، ۲/۲۶۸، معرفۃ علوم الحدیث، ۱۴۱، الذہبی، سیراعلام النبلاء ۴/۵۷

۱۳۔ خطیب بغدادی، شرف اصحاب الحدیث، ۹۷، المحدث الفاصل، ۵۴۶

۱۴۔ الجامع، ۱/۲۳۷

۱۵۔ بیہقی، المدخل، ۲۹۳

۱۶۔ الجامع، ۲/۲۷۸

۱۷۔ ایضاً، ۲/۲۷۶

۱۸۔ ایضاً، ۱/۲۳۹

۱۹۔ ایضاً، ۱/۲۳۹

۲۰۔ سیراعلام، ۹/۳۸

۲۱۔ الجامع، ۲/۲۷۳

۲۲۔ الجامع، ۲/۲۷۴

۲۳۔ ایضاً، ۲/۲۶۸، مصنف، ۸/۵۴۶، ابن عبدالبر، ۱/۱۰۱

۲۴۔ ایضاً، ۲/۲۶۷

۲۵۔ فسوی، کتاب المعرفہ، ۲/۲۱۰، بیہقی، ۲۹۲، ابن عبدالبر، ۱/۱۰۲

۲۶۔ الجامع، ۲/۲۶۸

۲۷۔ ایضاً، ۲/۲۷۴، سیر، ۹/۱۵۲، ۱۹۵

۲۸۔ ایضاً، ۲/۲۷۶

۲۹۔ خطیب بغدادی، الفقیہ والمتفقہ، ۲۶۰

۳۰۔ ابن عبدالبر، ۱/۱۰۲، الجامع، ۲/۲۴۹

۳۱۔ الجامع، ۲/۲۷۳، المحدث الفاصل، ۵۴۸

۳۲۔ المحدث الفاصل، ۴۱۷

۳۳۔ الجامع، ۲/۲۷۴

۳۳۔الف احمد بن حنبل، کتاب العلل، ۱/۳۱۷

۳۴۔ المحدث الفاصل، ۵۴۶، الجامع، ۱/۲۳۸، ابن عبدالبر، ۱/۱۱۱

۳۵۔ الجامع، ۲/۲۶۷، ۲۶۸، حاکم، معرفۃ علوم، ۱۴۰، الرامہرمزی، المحدث الفاصل، ۵۴۶

مصادر و مراجع

۱۔ ابن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ) تہذیب التہذیب، حیدر آباد ۱۳۲۵-۱۳۲۷ھ

۲۔ ابن حبان البستی (۳۵۴ھ) کتاب المجروحین، تحقیق محمود ابراہیم، ۱۳۹۲ھ

۳۔ ابن عبدالبر الاندلسی (۴۶۳ھ) جامع بیان العلم وفضلہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۷۸ء

۴۔ ابن عساکر الدمشقی (۵۷۱ھ) تہذیب تاریخ دمشق ۱۳۲۹ھ تا ۱۳۳۲ھ

۵۔ ابن ماجہ محمد بن یزید (۲۷۳ھ) کتاب السنن، قاہرہ، ۱۳۷۲ھ

۶۔ ابو زرعہ الدمشقی (۲۸۱ھ) تاریخ ابو زرعۃ، تحقیق شکر اللہ نعمت اللہ القوجانی دمشق، ۱۹۹۰ء

۷۔ بخاری محمد اسماعیل (۲۵۶ھ) الجامع الصحیح، دار الفکر، بیروت

۸۔ البیہقی، (۴۵۶ھ) المدخل الی السنن الکبری تحقیق د/ محمد ضیاء الرحمن الاعظمی، دار الخلفاء لکتاب الاسلامی

۹۔ حاکم، محمد بن عبداللہ (۴۰۵ھ) المستدرک، الریاض

۱۰۔ ایضاً معرفۃ علوم الحدیث تحقیق معظم حسین، قاہرہ، ۱۹۸۰ء

۱۱۔ خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) شرف اصحاب الحدیث، تحقیق محمد سعید، انقرہ، ۱۹۷۱ء

۱۲۔ ایضاً الفقیہ والمتفقہ، قاہرہ

۱۳۔ ایضاً تاریخ بغداد، قاہرہ ۱۹۳۱ء المعارف الریاض

۱۴۔ ایضاً الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع، تحقیق د/ محمود الطحان، مکتبۃ المعارف، الریاض

۱۵۔ الذہبی، محمد بن احمد (۷۴۸ھ) تاریخ الاسلام، قاہرہ، ۱۹۴۸ء

۱۶۔ ایضاً سیر اعلام النبلاء، قاہرہ، ۱۹۵۲ء

۱۷۔ الرامہرمزی، حسن بن عبدالرحمن (۳۶۰ھ)، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، تحقیق محمد عجاج الخطیب، بیروت، ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء

۱۸۔ الفسوی، یعقوب بن سفیان (۲۷۷ھ) کتاب المعرفۃ والتاریخ، تحقیق اکرم ضیاء العمری، بغداد، ۱۹۷۴ء

عن أبي هريرة، رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان، حبيبتان إلى الرحمن: سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم) متفق عليه.

وعنه رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (لأن أقول: سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، أحب إلي مما طلعت عليه الشمس) رواه مسلم.